اردو ترجمہ

حق الیقین

جلد اوّل

مصنفہ

علامہ سیّد محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ

مترجمہ

جناب سیّد بشارت حسین صاحب

ناشر

مجلسِ علمی اسلامی
(پاکستان)

۱۵۸

کے درمیان مخصوص تھا۔ تو مباہلہ میں بچوں اور عورتوں کو شریک کرنے کا کیا فائدہ تھا تو ہم جواب میں کہیں گے کہ مُباہلہ میں اُن کا شامل کرنا اپنی حقیقت پر زیادہ وثوق و اعتماد کی دلیل تھی اس سے کہ خود تنہا مُباہلہ فرماتے۔ کیونکہ ان کا شامل کرنا اس جرأت کا اظہار تھا کہ خود کو اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اور سب سے زیادہ محبُوب افراد کو مقامِ نفرین و ہلاکت میں لائے اور صرف تنہا اپنی ذات پر اکتفا نہ کی اور یہ ظاہر کیا کہ مخالفین کے دروغ گو ہونے پر پورا یقین رکھتے تھے کہ چاہا کہ مخالفین مع اپنے اعزا و احباب کے ہلاک اور فنا ہوں۔ اگر مُباہلہ اور مُباہلہ کے لیے بیٹوں اور عورتوں کو مخصوص کیا کیونکہ وہ سب سے زیادہ محبُوب ہیں اور دُوسروں سے زیادہ دل کو پیارے ہیں۔ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ آدمی خود ہلاکت کی جگہ پر جاتا ہے تاکہ اُن کو کوئی تکلیف و صدمہ نہ پہنچے۔ اسی سبب سے لڑائیوں میں عورتوں اور لڑکوں کو لے جاتے تھے تاکہ نہ بھاگیں۔ اسی سبب سے خداوندِ عالم نے آیۂ مُباہلہ میں ان کو اپنی (رسُولؐ کی) جان پر مقدم رکھا تاکہ ظاہر کرے کہ وہ جان پر مقدم ہیں۔ اس کے بعد محدث زمخشری کہتے ہیں کہ یہ اصحابِ عبا اہلبیتؑ کی فضیلت پر وہ دلیل ہے جس سے زیادہ قوی دلیل نہیں ہوسکتی۔ کلام زمخشری ختم ہوا۔

ہم کہتے ہیں کہ جب معلوم ہوا کہ وہ حضرات آنحضرتؐ کے نزدیک خلائق میں سب سے زیادہ محبُوب تھے تو چاہیئے کہ اُس زمانہ میں خلق میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ ہر دیانت دار عاقل پر ظاہر ہے کہ اُن سے آنحضرتؐ کی دوسروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبت بشریت کے رابطوں کے سبب سے نہ تھی بلکہ جو خدا کے نزدیک زیادہ محبُوب ہوتا تھا آنحضرتؐ اُس کو زیادہ دوست رکھتے تھے کیونکہ بہت سی آیتوں اور حدیثوں میں محبت دینی نہ رکھنے والے اولاد و آبا و اجداد و رشتہ داروں سے محبت کی مذمت وارد ہوتی ہے۔ نیز آنحضرتؐ کی سیرت سے معلوم تھا کہ جو عزیز و اقربا خدا کے دوست نہ تھے ان کو اپنے پاس سے دُور کر دیتے تھے۔ (جیسے کہ ابولہب کو کیونکہ وہ کافر تھا) اور ان حضرات کی رعایت فرماتے تھے۔ اس لیے کہ خدا کے دوست تھے۔ جیسے سلمان، ابوذر، مقداد اور اُن کے ایسے صاحبانِ ایمان۔ چنانچہ سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام اُن حضراتؑ کی مدح میں فرماتے ہیں والی فیئث الابعدین عادی فیئث الاقربین اور جب وہ حضرات خدا کے نزدیک بہترین و محبوب ترین خلق تھے اور بہترین اُمت تھے تو اُن پر امامت میں دُوسروں کو مقدم کرنا عقلاً قبیح ہوگا۔ چھٹی صورت فخر رازی نے جو علمائے اہلسنت کے سب سے بڑے عالم اور تعصب میں مشہور ہیں کہا ہے کہ شیعہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام سوائے پیغمبر آخر الزماںؐ کے سب پیغمبروں اور تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم بلاتے ہیں اپنے نفسوں کو اور تمھارے نفسوں کو تو

نفسوں سے مراد نفسِ مُقدّس محمدؐ نہیں ہے اس لیے کہ دعوت اپنی ذات سے غیر کی متقاضی ہے اور آدمی اپنے کو نہیں بُلاتا۔ لہٰذا چاہیئے کہ دوسری ذات مُراد ہو۔ اور باتفاق مخالف و موافق عورتوں اور بیٹوں کے علاوہ جس کو اَنْفُسَنَا سے تعبیر کیا ہے وہ علیؑ بن ابی طالب کے سوا کوئی نہ تھا لہٰذا معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے نفسِ علیؑ کو نفسِ رسُولؐ کہا ہے اور دو نفس میں اتحادِ حقیقی محال ہے تو چاہیئے کہ مجاز ہو اور یہ اصول میں مقرّر ہے کہ حمل لفظ سب سے قریب کے مجاز پر حقیقت ہیں سب سے دُور کے مجاز پر حمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور سب سے قریب کے مجاز کی تمام امور میں برابری اور تمام کمالات میں شرکت ہوتی ہے۔ سوائے اُس کے جو دلیل سے باہر ہو اور جو اجماع سے باہر ہو گئی وہ پیغمبریؐ ہے کہ علیؑ اُن کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ لہٰذا چاہیئے کہ دوسرے کمالات میں باہم شریک ہوں اور آنحضرتؐ کے تمام کمالات میں سے ایک کمال یہ ہے کہ وہ تمام پیغمبروںؑ سے اور تمام صحابہ سے افضل ہیں لہٰذا جنابِ امیرؑ بھی چاہیئے کہ تمام صحابہ سے افضل ہوں۔ تمام دلیل نقل کرنے کے بعد یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ اجماع اس پر منعقد ہوا ہے کہ محمدؐ علیؑ سے افضل ہیں اس لیے کہ اجماع اِس پر بھی منعقد ہوا ہے کہ پیغمبرانِ خدا غیر پیغمبروں سے افضل ہیں لیکن علیؑ کی صحابہ پر افضلیت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا ہے کیونکہ اس جگہ کوئی جواب نہیں رکھتے تھے اور جو جواب کہ پیغمبروں کے بارے میں دیا ہے اُس کا باطل ہونا بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ شیعہ اس اجماع کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر تمام اُمّت نے اجماع کر لیا ہے تو تسلیم نہیں ہے بلکہ اُس کا باطل ہونا واضح ہے کیونکہ اکثر شیعہ علماء کا اعتقاد یہ ہے کہ جنابِ امیرؑ اور تمام ائمہ اطہار سوائے پیغمبر آخر الزماںؐ کے تمام پیغمبروں سے افضل ہیں اور احادیثِ مستفیضہ بلکہ متواترہ اپنے آئمہ سے اس بارے میں روایت کی ہے اور تمام مقدمات چونکہ واضح ہیں، یہ فاضل جس کو امام المشککین کہتے ہیں وہ کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا امامت حضرت امیر المومنینؑ بھی اسی دلیل سے ثابت ہوئی کیونکہ جنابِ رسُولِ خداؐ کے تمام کمالات میں سے امامت اور آپ کی اطاعت کا واجب ہونا ہے اور پیغمبری کے علاوہ ہے لہٰذا چاہیئے کہ وہ حضرت امام ہوں۔ نیز تمام انبیاء سے افضل ہونا اعلیٰ مرتبۂ امامت کے لیے لازم ہے قطع نظر اس کے کہ ترجیح مرجوح قبیح ہے اور اگر وہ کہیں کہ ممکن ہے دعوتِ نفس مراد ہو مجازاً اور ایک مجاز دوسرے مجاز سے اولیٰ و برتر نہیں ہے تو چند وجوہ سے جواب دیا جا سکتا ہے اور میں اس رسالہ میں دو جوابوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

اوّل ۔ یہ کہ مجاز اطلاقِ نفس میں دُوسرے مجاز سے زیادہ آشکار ہے اور عرب و عجم میں شائع ہے کہ کہتے ہیں کہ تو میری جان کے برابر ہے۔ اور جنابِ امیرؑ کی خصُوصیت میں یہ معنی خاصہ و عامہ کے

طریقوں سے بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ صحاح میں منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرؑ سے فرمایا انت منی وانا منک یعنی اے علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اور فردوس الاخبار میں روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ میرے جسم سے' میرے سر کے مانند ہیں اور دوسری روایت کے مطابق میری روح کے مانند ہیں۔ اور منافقوں کے ایک گروہ سے خطاب کیا کہ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔ ورنہ میں تمہاری طرف اس مرد کو بھیجوں گا جو منزلہ میرے نفس کے ہے یعنی علیؑ۔ اور اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ اور یہ سب اسی مجاز کا قرینہ ہیں۔

دوم - یہ کہ یہ آیۂ کریمہ ہر احتمال کے ساتھ اُن حضرتؑ کی فضیلت اور امامت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ندع حق تعالیٰ نے صیغۂ متکلم مع غیر فرمایا ہے۔ وہ یا تو مخاطبوں کے داخل ہونے کے اعتبار سے ہے یا تعظیم کے لیے ہے۔ جو ان مقامات پر ظاہر ہے یا امت کے داخل ہونے کے لیے ہے۔ اور دونوں آخری احتمالات کی بنا پر کلام کا انداز یہ ہوگا - ندع ابنا ئنا وندع ابنائکم اس میں شک نہیں احتمال اوّل سب سے زیادہ واضح ہے اور یہ دو احتمالات بھی ہیں۔ (اول) یہ کہ ہم بلاتے ہیں اپنے اور تمہارے بیٹوں، عورتوں اور نفسوں کو (دوسرے) یہ کہ ہم میں اور تم میں سے ہر ایک جانبین کے بیٹوں عورتوں اور نفسوں کو بلائیں۔ اوّل زیادہ واضح ہے۔ چنانچہ بیضاوی اور اکثر مفسروں نے اسی کی تصریح کی ہے۔ اگرچہ اکثر وجہیں ما نحن فیہ میں کوئی دخل نہیں رکھتی ہیں۔ لیکن احتمالات کی تکمیل کے لیے مذکور ہوئیں۔ اور ابناء ونساء والنفس کی جمعیت پر احتمال ہے کہ تعظیم کے لیے ہو یا اُمت کے داخل کرنے یا مخاطبین کے لیے کلام کا انداز وہ ہو کہ ندع ابنا ئنا وابنائکم میں ابناء کا اعادہ رعایتِ لفظی کے لیے ہو۔ چونکہ ضمیر مجرور پر عطف ہیں اور اعادۂ جار بھی عربی داں لوگوں کے درمیان مرجوح ہے یا اس اعتبار سے ہو کہ ابتداء بظاہر حال سے محتمل ہو کہ وہ مباہلہ میں ہر صنف کی جماعت سے داخل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جبکہ کسی کو اُن کے علاوہ نہ پایا جو اس امر کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس جماعت کو لائے اور خصوصیت سے اس جماعت کا تعین مباہلہ کے تحقق سے قبل ضروری نہیں تھا۔ اسی طرح ابنائنا ونسائنا اور انفسنا کی ضمیروں کا اکٹھا ہونا سوائے تیسرے احتمال کے تمام احتمالات رکھتا ہے اور وہ بھی اوّل میں نہایت بُعد میں ہے۔ کیونکہ معلوم ہے کہ ہر ایک کی دعوت مخصوص اپنی جماعت سے تھی۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اگر جمعیت تعظیم کے لیے ہو اور نفس سے مراد وہ شخص ہو جو مباہلہ کا محرک ہو اور معلوم ہے کہ مباہلہ کی تحریک جنابِ رسولِ خداؐ کی جانب سے تھی۔ اور روایات واقوال پر اتفاق کی بناء پر جنابِ امیرؑ مباہلہ میں داخل تھے لہٰذا اُن حضرتؑ کا داخل ہونا بے ضرورت ہوگا۔ اور نصاریٰ کہہ سکتے تھے کہ ان کو کیوں لائے ہیں حالانکہ ہماری شرط میں یہ داخل نہیں تھا سوائے اس کے کہ کہیں کہ وہ

حضرتؐ اختصاص کی زیادتی کے لیے بمنزلہ نفس آنحضرتؐ تھے۔ گویا دونوں ایک شخص کے مانند تھے۔ اس لیے ان کو لائے اور یہ وجہ اس مقام پر باوجود اس کے نہایت بُعد رکھتی ہے ہمارے مطلب میں داخل ہوگی اور اُن کے لیے زیادہ ضرر کی حامل ہوگی۔

(دوسری وجہ) ہم کہتے ہیں کہ اگر اُمت یا صحابہ مباہلہ میں داخل تھے تو کیوں اُن میں سے کم سے کم جو موجود تھے، مباہلہ میں نہ لے گئے سوائے اس کے کہ ہم کہیں سب کا حاضر کرنا عام شور و شغب اور آوازوں کے اختلاط کا باعث ہوتا اور اس بات کا توہم ہوتا کہ آنحضرتؐ اپنی حقیت پر بھروسہ نہیں رکھتے کہ اس جم غفیر کو اپنے ساتھ لائے ہیں تاکہ اپنی کثرت و شوکت سے ڈرائیں یا اس بارے میں گروہ مردم کی دُعا پر بھروسہ کیا ہے۔ جب خود آگئے کہ سب کے قائم مقام تھے۔ اور اپنی ذات میں سب سے افضل و اولیٰ تھے اور امیرالمومنینؑ کو اس لیے لائے کہ ان کے امام و پیشوا اور مقتدا ہوں۔ نیز اُن کے بیٹے پیغمبر کے بیٹے تھے اور فاطمہؑ جو پیغمبر کی بیٹی تھیں جو اُن کی زوجہ تھیں۔ ان اسباب سے آنحضرتؐ کی تمام امت اور تمام صحابہ سے اس امر میں آنحضرتؐ سے خصوصیت رکھتے تھے اور یہ دونوں بزرگوار اپنی اور تمام امت کی جانب سے مباہلہ میں آئے جس طرح وہ جماعت بھی تمام نصاریٰ کی نمائندہ تھی اور سب کی طرف سے حاضر ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ وجہ بھی ہمارے مقصود میں زیادہ صریح اور ہمارا مطلب ثابت کرنے میں زیادہ قوی ہے۔ اسی طرح چوتھی وجہ بھی اُن حضرتؑ کے کمال فضل پر دلالت کرتی ہے۔ اس سبب سے کہ جب تمام امت اور صحابہ کے درمیان جو مباہلہ میں شامل ہونے کی اہلیت رکھتے تھے، حضرت علیؑ اور آپ کی زوجہ اور اولاد کے سوا نہ تھے۔ یہی دلیل اس کی ہے کہ ان کے سوا کوئی امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے جو مذکور ہوئی۔ لہٰذا ان کا روکنا پہلے معنی کا فائدہ ان کو نہیں پہنچاتا۔ باوجودیکہ اُس معنی کی مؤید جانبین کی معتبر حدیثیں ہوں جیسا کہ واضح ہوا۔ اگر کہیں کہ مجازات کے سبب سے قریب مجاز پر اُس وقت محمول ہوتا ہے جب کہ دوسرے معنی آشکار نہ ہوں اور یہ معلوم ہے کہ محبت اور اختصاص کے اظہار کے موقع پر اس معنی کا بہت استعمال کرتے ہیں، تو ہم جواب میں کہیں گے کہ ہرچند وہ حدیثیں جن کا سابقاً ہم نے اشارہ کیا اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فقط یہی معنی مراد نہیں ہیں۔ لیکن ہم کو اس پر اصرار ضروری نہیں اور امامت اور خلافت کے زیادہ حقدار ہونے کے ثبوت کے لیے جو ہمارا اصلی مقصد ہے، اس مقام پر اس مطلب کے حصول کے لیے کافی ہے۔ اُس تقریر سے جو مکرر مذکور ہوئی۔

(نویں وجہ) وتعیہا اذن واعیہ یعنی حفظ کرنے والے اور محفوظ رکھنے والے کان آیات قرآنی اور حقائق ربانی کو حاصل کرتے اور حفظ کرتے ہیں۔ خاصہ اور عامہ نے مستفیضہ طریقوں سے روایت کی ہے کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور

حافظ ابونعیم نے حلیہ میں اور واحدی نے اسبابِ نزول میں اور طبری نے خصائص میں اور راغب اصفہانی نے محاضرات میں اور ابن مغازلی نے مناقب میں اور ابنِ مردویہ نے اپنی کتاب مناقب میں اور اکثر محدثین و مفسرین خاصہ و عامہ نے حضرت امیرالمومنینؑ، ابن عباسؓ، بریدہ اسلمیؓ، ضحاک اور کثیر جماعت سے روایت کی ہے اور بعض روایتوں کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے کہا کہ رسولِ خداؐ نے مجھ کو سینہ سے لگا کر فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ تم کو اپنا مقرب قرار دوں۔ اور اپنے علوم کی تم کو تعلیم دوں۔ لہٰذا مجھ پر لازم ہے کہ اپنے پروردگار کی اطاعت کروں اور تم کو لازم ہے کہ وہ علوم حفظ کرو اور فراموش نہ کرو۔ اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے متعلق فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے دُعا کی تھی کہ اس کو تمہارے کان قرار دے اور خدا نے میری دُعا قبول فرمائی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اُس کے بعد جو کچھ حضرت سے میں نے سنا ہرگز نہیں بھولا۔ اور کیسے ہو سکتا تھا کہ میں بھولتا جبکہ آنحضرتؐ کی دُعا تھی۔ زمخشری اور فخر رازی نے باوجود انتہائی تعصب کے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ اذن واعیہا سے مراد وہ کان ہیں جس کی یہ شان ہے کہ جو کچھ سنیں یاد رکھیں اور فراموش نہ کریں اور اُس پر عمل کرنا ترک نہ کریں۔ اُس کے بعد یہ آخری روایت درج کی ہے۔ اگر تم کہو کہ کیوں خدا نے اذن کو بلفظ مفرد اور نکرہ استعمال کیا ہے تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اُس کی دانائی کے لیے ہے بہت زیادہ یاد رکھنے والا ہے اور لوگوں کی اس امر پر سرزنش ہے اور اُس پر دلالت کے لیے ہے کہ ایک کان جو یاد رکھتا ہے بہت ہے اور خدا کے نزدیک گروہ کثیر کے مانند ہے اور دوسری جماعت کی پرواہ نہیں ہے ہر چند تمام عالم کو پُر کرے زمخشری کا کلام ختم ہوا۔ خداوندِ عالم نے اُن کے قلم سے لکھوا دیا ہے کہ اقرار کر لیا کہ بعثت کا فائدہ اور آیتوں کا نزول خاص طور سے جنابِ امیرؑ کے لیے عمل میں آیا ہے۔ وہی حافظ علوم الٰہی ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ چند جاہلوں کے محکوم رہے ہوں گے۔ جو تمام احکام میں اُنہی کے محتاج تھے۔ اور انہی سے دریافت کرتے تھے۔ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے۔ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[1]۔ مع اُن تمام آیتوں اور دلیلوں کے جو سابقاً مذکور ہوئیں۔ اسی کی موید یہ کہ آنحضرتؐ قرآن کے الفاظ و معنی کے تمام دُنیا کے لوگوں سے زیادہ جاننے والے تھے ابن حجر نے ابنِ سعد سے روایت کی ہے کہ جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی، کس مقام پر نازل ہوئی اور کس وقت نازل ہوئی، بیشک مجھ کو میرے پروردگار نے سمجھنے والا دل اور گویا زبان عطا فرمائی ہے۔ نیز کہا ہے کہ ابن سعد اور دوسروں نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فرمایا کہ کتابِ خدا کے بارے میں سوال کرو۔

---

[1] (ترجمہ) کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے برابر ہیں؟